Fikr-o-Nasar (Islamabad) 3:6 (1965)

افکار

پردے کے شرعی حدود

پروفیسر محمد عثمان

اس باب میں جو موضوعات زیر بحث آتے ہیں، قارئین کرام سے توقع کی جاتی ہے کہ وہ ان کے بارے میں اپنے خیالات کا اظہار فرمائیں گے، زیر نظر سطور میں پروفیسر محمد عثمان نے یہ مسئلہ پیش کیا ہے کہ مسلمان عورت کے لئے اس کا چہرہ اور ہاتھ پردے کے شرعی حدود سے باہر ہیں اور یہ کہ پاکستان کی تعمیر نو میں مسلمان عورت معاشی، تمدنی اور سیاسی ذمہ داریاں قبول کرنے کی مجاز ہے اور کتاب و سنت میں اس کی ممانعت نہیں ہے۔ (ایڈیٹر)

کیا مسلمان عورت کو باہر نکلنے پر چہرہ اور ہاتھ کھلے رکھنے کی اجازت ہے؟ اور کیا وہ گھر کی ذمہ داریوں کے علاوہ معاشرے میں معاشی، تمدنی یا سیاسی نوعیت کی کوئی ذمہ داری قبول کرسکتی ہے؟ یہ دو سوال ہماری تعمیر نو کے نقطہ نظر سے جس قدر اہم ہیں۔ اسی قدر ان کے بارےمیں ہمارے درمیان شدید اختلاف رائے پایا جاتا ہے۔ ایک گروہ کا نظریہ یہ ہے کہ چہرہ اور ہاتھ پردے کے شرعی حدود سے باہر ہیں اور کتاب و سنت نے مسلمان عورت پر ایسی کوئی قدغن نہیں لگائی جس کی رو سے اسے کوئی معاشی، تمدنی یا سیاسی ذمہ داری قبول کرنے سے روکا گیا ہو۔ دوسرا گروہ اس کے عین برعکس رائے رکھتا ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ ان اہم سوالات کے بارے میں ہمیں قرآن حکیم اورسنت نبوی سے کیا رہنمائی حاصل ہوتی ہے۔

جہاں تک پہلے سوال کا تعلق ہے اور اس مضمون میں اس سے بحث کی جائے گی، قرآن حکیم میں ہمیں دو حکم ملتے ہیں اور وہ یہ ہیں :

(۱) وقل للمومنت یغضضن من ابصارھن و یحفظن فروجھن ولا یبدین زینتھن الا ما ظھر منھا ولیضربن بخمرھن علیٰ جیوبھن (النور : ۳۱)

"اور مومن عورتوں سے کہہ دو کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی عصمت کی حفاظت کریں اور اپنی زینت ظاہر نہ کریں سوائے اس زینت کے جو خود ظاہر ہو جائے اور وہ اپنے سینوں پر اپنی اوڑھنیوں کے بکل مارلیا کریں۔"

(۲) یا یھا النبی قل لازواجك وبنتك ونساء المومنین ید نین علیھن من جلابیبھن ذلك ادنیٰ ان یعرفن فلا یؤذین (الاحزاب: ۵۹)

"اے نبی! اپنی بیویوں اور بیٹیوں اور مسلمان عورتوں سے کہہ دو کہ وہ اپنے اوپر اپنی چادروں کے گھونگھٹ ڈال لیا کریں۔ اس سے توقع کی جاتی ہے کہ وہ پہچانی جائیں گی اور ان کو ستایا نہ جائے گا"

پہلی آیت میں دو باتیں بالخصوص غور طلب ہیں - اول یہ حکم کہ مومنات اپنی نظریں نیچی رکھیں اور دوئم الا ما ظھر منھا کے مفہوم کا تعین - علمائے قدیم و جدید میں جو حضرات چہرے اور ہاتھ کو پردے کے لازمی حدود سے باہر سمجھتے ہیں، پہلی دلیل تو یہی دیتے ہیں کہ اگر چہرہ چھپائے رکھنا ہی مقصود تھا تو نگاہیں نیچی رکھنے کے حکم کی ضرورت پھر کیا تھی؟ نظریں نیچی رکھنے کی پابندی تو اسی صورت میں عائد کی جاسکتی ہے جب آنکھیں چار ہونے کا امکان باقی ہو۔ جب چہرہ چھپا ہوا ہو تو نظروں کے الجھنے کا سوال کہاں باقی رہتا ہے۔ لہذا غض بصر کا حکم خود اس بات کی

دلیل ہے کہ مقصود چہرے کا چھپانا نہیں بلکہ بے باک نگاہی کو روکنا ہے۔ اس کے بعد الا ما ظہر منہا کی طرف آئیے ۔ قرآن حکیم کا ارشاد ہے کہ مسلمان عورتیں اپنی زینت چھپائیں سوائے اس کے کہ جس کا ظاہر ہونا قدرتی اور نا گزیر ہے یا جو لامحالہ ظاہر ہی رہنے والی ہے ۔ آئمہ کرام اور علمائے سلف میں ایک کثیر تعداد نے اس سے مراد چہرہ اور ہاتھ لئے ہیں اور بیشتر نے ذیل کی مستند احادیث سے استدلال کیا ہے :

۱۔ رسول اکرم صہ نے فرمایا '' جب عورت بالغ ہوجائے تو اس کے
جسم کا کوئی حصہ نظر نہیں آنا
چاہئے سوائے چہرے اور کلائی کے
جوڑ تک ہاتھ کے '' (ابو داؤد)

۲۔ حضرت عائشہ رض کا بیان ہے کہ اسماء بنت ابو بکر رض یعنی حضرت عائشہ رضہ کی بہن ایک مرتبہ حضور کی خدمت میں باریک کپڑے پہنے ہوئے حاضر ہوئیں۔ آپ نے ان کو دیکھ کر منہ پھیر لیا اور فرمایا '' اسماء! جب عورت جوان ہوجائے تو مناسب نہیں کہ اس کے جسم میں سے کچھ نظر پڑے سوائے!! اس کے اور اس کے۔'' اور یہ کہہ کر آپ نے اپنے چہرے اور ہتھیلیوں کی طرف اشارہ فرمایا ۔ (ابن ماجہ)

۳۔ حضرت عائشہ رض بیان کرتی ہیں کہ میں اپنے بھتیجے عبداللہ بن الطفیل کے سامنے زینت کے ساتھ آئی تو آپ صہ نے اسے نا پسند کیا اور فرمایا '' جب عورت بالغ ہوجائے تو اس کے لئے جائز نہیں کہ اپنے جسم میں سے کچھ ظاہر کرے سوائے چہرے کے اور سوائے اس کے '' اور یہ کہہ کر آپ نے اپنی کلائی پر اسی طرح ہاتھ رکھا کہ آپ کی گرفت کے مقام اور ہتھیلی کے درمیان صرف ایک مٹھی بھر جگہ باقی تھی ۔ '' (ابن جریر)

ان احادیث سے یہ بات قطعی طور پر ثابت ہوجاتی ہے کہ قرآن حکیم نے الا ما ظہر منہا میں جو استثناء رکھی ہے اس سے حضور اکرم صہ نے چہرہ اور

ھاتھ مراد لئے ھیں، ورنہ ایک دو نہیں متعدد بار اور متعدد موقعوں پر آپ ص کا اس قدر واضح اور کھلے لفظوں میں یہ فرمانا کہ جوان عورت کے جسم سے سوائے چہرے اور ھاتھ کے کچھ نظر نہیں آنا چاھئے اور کس بنا پر ھو سکتا تھا۔

اب دوسری آیت پر غور کیجئے۔ اس میں بھی دو امور غور طلب ھیں۔ اول یہ کہ یدنین علیھن من جلابیبھن کے کیا معنی ھیں؟ اور دوم یہ کہ اس آیت کے مفہوم و مقصود میں فلا یؤذین (''تاکہ ان کو ستایا نہ جائے'') کا کیا مقام ھے؟

جو علمائے کرام ھاتھ اور چہرے کو پردے کے لازمی حدود سے باھر سمجھتے ھیں وہ پہلے حصے کا ترجمہ یوں کرتے ھیں: ''وہ اپنی چادریں اپنے اوپر لپیٹ لیا کریں''۔ ''اپنے اوپر اپنی چادریں نزدیک کرلیں''۔ اور جو حضرات چہرے اور ھاتھ کو پردے کے اندر شمار کرتے ھیں وہ اس کا ترجمہ یوں کرتے ھیں:

''اپنے اوپر چادروں کے گھونگھٹ ڈال لیا کریں''۔ ''اپنی چادروں کو اپنے اوپر لٹکا لیا کریں''۔ جہاں تک آیت کے لفظوں کا تعلق ھے، وہ دونوں مفہوم کا ساتھ دے سکتے ھیں۔ جلباب بڑی چادر کو کہتے ھیں اور یدنین ادنا (دنی) سے ھے جس کے معنی قریب کرنے، نزدیک کرنے اور اپنی طرف کھینچنے کے ھیں۔ اور جلباب کے ساتھ جب یہ فعل آئے گا تو ظاھر ھے کہ اس کے معنی اچھی طرح اوڑھ لینے کے ھوں گے۔ اب یہ آپ کے مذاق پر ھے چاھے اسے ''گھونگھٹ'' کہہ لیں، چاھے اسے اچھی طرح لپیٹ لینا سمجھ لیں۔ لیکن جہاں تک اس آیت کے معاشرتی اطلاق کا تعلق ھے، اس میں اھم ترین نکتہ فلا یؤذین کا ھے۔ یہ گھونگھٹ نکالنا کیوں؟ یہ اچھی طرح لپیٹنا کس لئے؟ یوں اوڑھ لینے کی غرض کیا؟... اس لئے کہ شریر النفس اور اوباش لوگ مومنات کو تنگ نہ کریں۔ ان سے چھیڑ خانی سے باز رھیں۔ یہ بات قدرے وضاحت طلب ھے۔

آیت زیر نظر سورہ الاحزاب سے ھے جو جنگ احزاب کے بعد سنہ ۵ ھ میں نازل ھوئی۔ یہ وہ زمانہ تھا جب اسلام کی سیاسی اور اجتماعی قوت ابھی

مستحکم نہیں ہوئی تھی (یہ استحکام فتح مکہ کے ساتھ سنہ ۸ ھ میں حاصل ہوا) اور مدینہ میں ابھی منافقین اور یہود کا زور ٹوٹا نہیں تھا ۔ وہ مسلمانوں کی بڑھتی ہوئی طاقت سے جلتے تھے اور ان کے دلوں میں حسد اور کینے کی آگ برابر سلگ رہی تھی ۔ جنگ احزاب سے جب ان کے ناپاک ارادوں کی تکمیل نہ ہوئی تو ان میں سے بعض اوچھے ھتھیاروں پر اتر آئے اور مسلمانوں کو پریشان کرنے کے لئے انہوں نے جھوٹی افواھیں پھیلانا اور نیک مردوں اور عورتوں کے خلاف تہمتیں تراشنا شروع کر دیں ۔ ساتھ ھی جب اور جہاں موقع مل جاتا ، وہ مسلمان عورتوں پر آوازے کستے اور ان کے بدگوئی کرتے تھے ۔ قرآن حکیم نے اس صورت حال سے نپٹنے کے لئے ایک طرف تو منافقین و یہود کو خبردار کیا کہ اگر وہ اپنی مذموم حرکتوں سے باز نہ آئے تو ان کا انجام سخت عبرتناک ہوگا ۔ اور دوسری طرف مسلمان عورتوں کو ھدایت کی کہ وہ اپنے اوپر بڑی سے چادر اوڑھ کر اس انداز سے باھر نکلیں کہ شرارت پسندوں کو شرارت کی کم سے کم جرأت ہو ۔

اوپر جو باتیں بیان کی گئی ھیں، ان کی تصدیق کے لئے ھمیں کہیں اور جانے کی ضرورت نہیں ۔ اس کے لئے صرف آیت زیر نظر کے سیاق و سباق پر ایک نظر ڈال لینا کافی ہوگا ۔

یہاں دو آیات زیر بحث آیت سے پہلے کی اور دو آیات بعد کی پیش کی جاتی ھیں ۔ اس سے قارئین پر قرآن حکیم کے اس حکم کا پس منظر اور غرض و غائت خود بخود روشن ھوجائے گی ۔ اور اس کا بخوبی سمجھ لینا آسان ہو جائے گا ۔

ارشاد ہوتا ہے :

> '' جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کو ایذا دیتے ھیں ، دنیا اور آخرت میں ان پر لعنت ہے ۔ اور ان کے لئے ذلت کا عذاب تیار کیا ہے اور جو لوگ مومن مردوں اور عورتوں کو بغیر ان کی کسی خطا کے ایذا دیتے ھیں ۔ انہوں نے صریح بہتان اور گناہ (کا بوجھ) اپنے اوپر اٹھایا ۔ اے نبی ! اپنی بیویوں اور بیٹیوں سے اور مومنوں

کی عورتوں سے کہہ دو کہ (باہر نکلتے وقت) اپنی چادریں اپنے اوپر لپیٹ لیا کریں۔ اس سے ان کا معزز سمجھا جانا زیادہ قرین قیاس ہے۔ پھر ان کو ایذا نہ دی جائے گی - اور اللہ بخشنے والا اور کرم کرنے والا ہے۔

'' اگر منافق اور وہ لوگ جن کے دلوں میں روگ ہے اور وہ جو مدینہ میں جھوٹی افواہیں پھیلاتے ہیں، اپنی حرکات سے باز نہ آئے تو ہم تم کو ان پر مسلط کردیں گے۔ پھر وہ اس شہر میں تمہارے ہمسائے میں زیادہ عرصے تک ٹھہرنے نہ پائیں گے۔ یہ ملعون ہونگے، پکڑے جائیں گے اور قتل کئے جائیں گے۔'' (الاحزاب : ٦ - ١٠)

آپ نے دیکھ لیا کہ اس وقت مدینہ میں منافقین کا ایک گروہ ایسا موجود تھا جو ایک سوچی سمجھی اسکیم کے تحت مومن مردوں اور عورتوں کو ' ایذا ' دیتا تھا۔ اور ان کے بارے میں طرح طرح کی افواہیں پھیلاتا تھا۔ چنانچہ حضرت عائشہ رض کے خلاف تہمت تراشی کا واقعہ بھی اسی زمانے میں اور ان ھی شر پسندوں کے باعث پیش آیا۔ ان ھی لوگوں کے ' شر ' سے بچانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے مسلمان عورتوں کو جلباب اوڑھنے کا حکم دیا۔

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر کسی معاشرے میں منافقین جیسا بدقماش گروہ، راستہ چلتی ہوئی عورتوں کو تنگ کرنے والا عنصر مفقود ہو تو کیا وہاں بھی مومنات پر جلباب کا استعمال ضروری ہوگا؟ قرآن نے جلبات کی جو غرض بتائی ہے وہ اوباش لوگوں کی ' ایذا رسانی ' سے محفوظ رہنا ہے۔ ظاہر ہے اگر ایذا دینے والا ھی نہ ہو تو جلباب کی ضرورت باقی نہیں رہنی چاہئے۔

لیکن اس سلسلہ میں دو اہم سوال ابھی باقی ہیں جن کا جواب دیئے بغیر آیت مذکورہ کا مطالعہ مکمل نہیں ہوسکتا۔ اول یہ سوال کہ کیا عورتوں کو ایذا پہنچانے کی اخلاقی برائی کا سدباب کرنا معاشرے میں ممکن ہے ؟ اور دوسرا یہ کہ کیا قرآن حکیم ہم سے اس برائی کو اپنے معاشرے سے دور کرنے کا مطالبہ کرتا ہے ؟

پہلا سوال اس لئے اٹھایا گیا ہے کہ اگر راستہ چلتی عورتوں پر آوازے کسنا اور ان سے بدگوئی کرنا انسان کی سرشت میں داخل ہو اور اس کا دور کرنا فطری اعتبار سے نا ممکن ہو تو ظاہر ہے کہ اس صورت میں مومنات کو جلباب کی ضرورت دائماً اور مستقلاً ہوگی اور کسی زمانے میں اور کسی حال میں بھی اس سے مفر نہ ہوگا۔ لیکن اگر یہ صورت نہیں تو جلبات کا استعمال یا عدم استعمال سوسائٹی کی ذہنی اور اخلاقی سطح پر موقوف ٹھہرے گا۔

ظاہر ہے کہ کوئی ہوش مند شخص یہ نہیں کہہ سکتا کہ بے خطا عورتوں پر تہمت تراشنا، ان پر آوازے کسنا اور اس قبیل کی دوسری نازیبا حرکات کا ارتکاب انسانوں کی فطرت میں داخل ہے۔ یہ عادتیں بری صحبت، غلط تربیت اور سفلی محرکات سے پیدا ہوتی ہیں اور مناسب تربیت اور صحت مند ماحول سے دور کی جا سکتی ہیں۔ آج متعدد معاشروں نے اپنے اندر سے اس قباحت کو مٹا کر اور اپنے افراد میں عورت کا واجب احترام پیدا کرکے ثابت کردیا ہے کہ یہ بدقماشی انسانی فطرت کا حصہ نہیں بلکہ اس کے بگاڑ کا نتیجہ ہے۔ اور اسے اچھی تعلیم یا تربیت سے بآسانی درست کیا جا سکتا ہے۔ خود قرآن حکیم نے منافقین کو خبردار کیا ہے کہ اگر وہ اپنی مذمومہ حرکات سے باز نہ آئے تو ان کا انجام عبرت ناک ہوگا۔ ظاہر ہے اگر اس فعل سے باز رہنا مقتضائے فطرت کے خلاف ہوتا تو اللہ تعالیٰ جو کسی نفس کو ایسی بات کا مکلف و پابند نہیں کرتا جو اس کی طاقت سے باہر ہو، یہ مطالبہ ہی کیوں کرتا۔

اور دوسرا سوال اس لئے اٹھایا گیا ہے کہ اگر جلباب کا استعمال یا عدم استعمال ماحول کی ذہنی اور اخلاقی سطح پر موقوف ہے تو پھر دیکھنا چاہئے کہ آیا قرآن حکیم کا منشا یہ ہے کہ یہ برائی، عورتوں کو دق کرنے کی یہ بے ہودہ خصلت مسلم معاشرے میں باقی رہے اور اس سے محفوظ رہنے کے لئے عورتیں جلباب استعمال کرتی رہیں یا یہ کہ دیگر اخلاقی برائیوں کی طرح اس کا بھی اپنے درمیان سے قلع قمع کردیا جائے؟

قرآن نے اس قماش کے لوگوں سے انتہائی بیزاری اور نفرت کا اظہار کیا ہے۔ ان پر لعنت کی ہے اور ان کے لئے ذلت ناک عذاب کی خبر سنائی ہے۔

صرف یہی بات اس امر کو ثابت کرنے کے لئے کافی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ ایک بدترین اور انتہائی قابل نفرین برائی ہے جسے مسلم معاشرے میں ابھرنے کا موقع ھی نہیں ملنا چاہئے ۔

الغرض اس آیت اور اس کے سیاق و سباق پر آپ جس قدر غور کریں گے ۔ اس قدر یہ حقیقت آپ کے قلب و ضمیر پر روشن ہوجائے گی کہ ہمارا اصل کام جلباب کو تا ابد قائم رکھنا نہیں بلکہ اپنے درمیان سے غنڈہ گردی اور بدمعاشی کو ختم کردینا ہے ۔ البتہ جب اور جہاں بدقسمتی سے یہ صورت موجود ہو وہاں مومنات پر جلباب کا استعمال لازم ٹھہرے گا۔

(۲)

ان تصریحات کا مطالعہ کرنے کے بعد سوال پیدا ہوتا ہے کہ جو لوگ کھلے حقائق کے باوجود چہرہ چھپانے پر سختی سے زور دیتے ہیں ، بھلا ان کے پاس عقلی دلائل اور شرعی جواز کیا ہے؟ ہمارے ملک میں اس طبقہ کی سب سے اچھی اور وقیع نمائندگی مولانا سید ابو الاعلی مودودی کرتے ہیں۔ لہذا متذکرہ بالا سوال سے بحث کرنے کے لئے ہم ان ھی کی تحریروں کا جائزہ لیتے ہیں ۔

مولانا سید ابو الاعلی مودودی نے اپنی کتاب " پردہ " میں اسلامی پردے کے متعلق جو نظریہ پیش کیا ہے، وہ میرے خیال میں سورہ الاحزاب کی مفصلہ بالا آیت کے ادھورے اور نا مکمل مطالعہ پر مبنی ہے کیونکہ انہوں نے اس آیۂ شریفہ سے چہرے کے چھپانے کا حکم تو لے لیا مگر ان حقائق و واقعات کو یکسر نظر انداز کردیا جو اس حکم کا سبب بنے تھے اور جن کو پیش نظر رکھے بغیر نہ اس کی غرض و غائت سمجھ میں آسکتی ہے اور نہ حدود و ثغور کا پتہ چل سکتا ہے ۔ سید صاحب اس آیت کو اس کے سیاق و سباق سے کاٹ کر یہاں لائے ہیں اور اس کے ترجمے سے یہ ثابت کرکے کہ " یہ آیت چہرے کو چھپانے کے لئے ہے " (پردہ : ۳۰۹) آگے بڑھ جاتے ہیں ۔ وہ ایک لمحہ کے لئے بھی رک کر نہ یہ دیکھتے ہیں کہ یہ آیت کب اتری ؟ کن حالات میں اتری ؟ کس غرض و غائت سے اتری ؟ اور نہ اس پر ھی غور کرتے ہیں

کہ اس کے ساتھ والی آیات اس کے پس منظر اور پیش منظر پر کیا روشنی ڈالتی ہیں اور بہ حیثیت مجموعی ہمیں ان سے کیا رہنمائی حاصل ہوتی ہے؟ وہ فقط آیت کے اس حصے سے سروکار رکھتے ہیں جو ان کے خیال میں ان کے نظریہ کی حمایت میں ہے -

دو سو چالیس صفحے کی اس کتاب میں مشرق و مغرب کی کم و بیش ہر متعلقہ بات موجود ہے - کئی کئی صفحوں میں ادیبوں اور فنکاروں کے حوالے ہیں - ورق کے ورق سرکاری اور غیر سرکاری رپورٹوں کے لئے وقف ہیں - اس ضمن میں بہت سی مغربی اور ایشیائی ادبی و معاشرتی تحریکوں کا جائزہ لیا گیا ہے اور ان کی تفصیلات کے لئے الگ الگ باب باندھے گئے ہیں - مگر جس آیہ شریفہ پر کتاب کی پوری عمارت اٹھائی گئی ہے اور جس پر سارے دعوے کا انحصار ہے اس کی نہ شان نزول پر توجہ دی گئی ہے، نہ اس کے ساتھ والی آیات کو ملحوظ رکھا گیا ہے اور نہ اس سے پیدا ہونے والے مسائل و نتائج ہی پر غور کیا گیا ہے - ظاہر ہے کہ یہ انداز مطالعہ اور طرز استدلال اگر کسی حقیقت کو پیش بھی کرے گا تو وہ اس کی ادھوری اور یک رخی ترجمانی ہوگی - یہی وجہ ہے کہ اس آیت کو پیش کرکے چہرے کو چھپانے پر تو از حد زور دیا گیا ہے لیکن معاشرے سے اس اوباش پنے کو دور کرنے پر قطعاً کوئی توجہ نہیں کی گئی اور اس برائی کو مٹانے کا سوال تک نہیں اٹھایا گیا جس کا وجود اگر ایک طرف مومنات کے لئے جلباب کو ناگزیر بناتا ہے تو دوسری طرف خود سوسائٹی کے ماتھے پر کلنک کا ٹیکہ ہے کہ جس کا مٹانا از روئے قرآن ہمارے اولین فرائض میں سے ہے -

حقیقت یہ ہے کہ جو شخص بھی اس آیت کے فقط سرسری ترجمے سے سروکار رکھے گا اور اس کے سیاق و سباق سے اور ان واقعات سے جو اس سے بدیہی طور پر ثابت ہوتے ہیں، اغماض برتے گا - وہ مسلمان عورت کے لئے چہرہ چھپانے کو لازمی اور دائمی دستور العمل قرار دے گا مگر جو شخص اس آیت کا تفصیلی مطالعہ کرے گا - اس کے سیاق و سباق پر نگاہ رکھے گا اور اس کی گہرائی میں اترے گا، وہ لامحالہ اس نتیجے پر پہنچے گا کہ قرآن مجید عام اور

معمولی حالات میں مسلمان عورت پر چہرے کو چھپانے کی کہیں کوئی پابندی عائد نہیں کرتا ۔

یہ بات احادیث سے ایک اور طریقے سے بھی ثابت ہے ۔ مذکورہ آیت کے نزول کے بعد، جیسا کہ ہونا چاہئے تھا، مسلمان عورتوں نے منافقین کی ایذا سے بچنے کے لئے جلباب کا استعمال شروع کردیا ۔ اور نقاب اوڑھنے لگیں ۔ مگر حج کے موقعہ پر جہاں منافقین کی نازیبا حرکات کا کوئی اندیشہ نہ تھا، نبی اکرم ص نے عورتوں کو نقاب اوڑھنے سے منع فرمادیا ۔ یہ واقعہ اکثر کتب احادیث میں مذکور ہے ۔ اس کا ذکر کرتے ہوئے مولانا مودودی لکھتے ھیں :

> ''ابو داؤد، ترمذی، مؤطا اور دوسری کتب احادیث میں لکھا ہے کہ آنحضرت نے خواتین کو حالت احرام میں چہروں پر نقاب ڈالنے اور دستانے پہننے سے منع فرمایا تھا۔ اس سے صاف طور پر ثابت ہوتا ہے کہ اس عہد مبارک میں چہروں کو چھپانے کے لئے نقاب اور ہاتھوں کو چھپانے کے لئے دستانوں کا عام رواج ہو چکا تھا۔ صرف احرام کی حالت میں اس سے منع کیا گیا ۔ مگر اس سے بھی یہ مقصد نہ تھا کہ حج میں چہرے منظر عام میں پیش کئے جائیں بلکہ در اصل مقصد یہ تھا کہ احرام کی فقیرانہ وضع میں نقاب عورت کے لباس کا جز نہ ہو جس طرح کہ عام طور پر ہوتا ہے ۔''
>
> (پردہ : ۲۱۲)

سوال یہ ہے کہ کیا نقاب کوئی امیرانہ ٹھاٹھ ہے کہ اسے احرام کی فقیرانہ وضع میں عورت کے لباس کا جزو نہیں ہونا چاہئے ۔ اگر نقاب کا اوڑھنا ماحول کی ذہنی سطح پر منحصر نہیں بلکہ بلا امتیاز عہد و ماحول ہر حال میں مومنات پر فرض ہے تو حضور نبی کریم ص نے آخر کس بنا پر حکم ربانی میں یہ استثنا پیدا کرلی اور کیا نبی اکرم ص کی زندگی میں کوئی اور نظیر بھی ملتی ہے کہ قرآن نے جو حکم دیا ہو حضور نے اس میں آپ سے آپ کوئی ترمیم یا استثناء فرمائی ہو ؟

یہاں آنحضرت کے اس ارشاد کا جو مقصد بیان کیا گیا ہے، وہ ہمیں لا ینحل مشکلات میں پھنسا دیتا ہے اور اس کی وجہ یہی ہے کہ متعلقہ آیت کا ادھورا مطالعہ کیا گیا ہے ورنہ بات بالکل سیدھی ہے کہ رسول اکرم ص نے قرآنی حکم میں نہ کوئی ترمیم و استثنا فرمائی ہے اور نہ نقاب ہی امیرانہ شان کا مظہر ہے کہ احرام کی فقیرانہ وضع کے ساتھ میل نہ کھاتا ہو۔ حقیقت یوں ہے کہ خود حکم قرآنی کی رو سے نقاب کا اوڑھنا چونکہ ماحول کی ایک خرابی سے محفوظ رہنے کی تدبیر ہے لہذا آنحضرت نے جب دیکھا کہ حج کے موقع پر اس خرابی کا کوئی اندیشہ نہیں تو عورتوں کو نقاب اوڑھنے سے منع فرمادیا اور اس طرح آنے والی نسلوں کو حکم ربانی کی صحیح ترین تفسیر سے آگاھی بخشی۔ جب تک اصل آیت کو درست زاویئے سے نہ دیکھا جائے اس آیت کی عین متابعت میں آنحضرت ص کے طرز عمل کو سمجھنا ممکن نہیں ہوتا۔ ناچار اس کی ایسی توجیہ و تاویل کرنی پڑتی ہے جو ایک لمحہ کی تنقیح کا سامنا نہیں کرسکتی۔ اور جس سے اسلام کے اس بنیادی اصول پر بھی زد پڑتی ہے کہ خود رسول اقدس ص کی ذات بھی قرآن حکیم کی پابند ہے اور اس میں ترمیم و تنسیخ کرنے کی مجاز نہیں۔

یہاں تک تو قرآن و حدیث کا تعلق تھا — اس کے بعد مولانا موصوف نے اپنے نظرئیے کی حمایت میں ایک عقلی دلیل بھی دی ہے۔ فرماتے ہیں "ایک انسان کو دوسرے انسان کی جو چیز سب سے زیادہ متاثر کرتی ہے وہ اس کا چہرہ ہی تو ہے۔ انسان کی خلقی و پیدائشی زینت یا دوسرے الفاظ میں انسانی حسن کا سب سے بڑا مظہر چہرہ ہے۔ نگاہوں کو سب سے زیادہ وہی کھینچتا ہے۔ جذبات کو سب سے زیادہ وہی اپیل کرتا ہے۔ اور صنفی جذب و انجذاب کا سب سے زیادہ قوی ایجنٹ وہی ہے۔"

اس خیال کی مزید وضاحت میں لکھتے ہیں: "اگر سوسائٹی میں اس صنفی انتشار کو روکنا مقصود ہی نہ ہو، تب تو چہرہ کیا معنی، سینہ اور بازو اور پنڈلیاں اور رانیں، سب ہی کچھ کھول دینے کی آزادی ہونی چاہئے ... لیکن اگر اصل مقصد اسی طوفان کو روکنا ہو تو اس سے زیادہ خلاف حکمت

اور کیا بات ہوسکتی ہے کہ اس کو روکنے کے لئے چھوٹے چھوٹے دروازوں پر تو کنڈیاں چڑھائی جائیں اور سب سے بڑا دروازہ کھلا چھوڑ دیا جائے۔"

یہاں سب سے بڑے دروازے سے مراد چہرہ ہے اور چھوٹے دروازوں سے مراد اسلامی پردہ کے وہ ارکان ہیں جو چہرے کے علاوہ قرآن میں بیان ہوئے ہیں اور جن پر وہ لوگ زور دیتے ہیں جو چہرے کے چھپانے کو اسلامی پردے کا لازمی جزو خیال نہیں کرتے مثلاً نگاہیں نیچی رکھنا۔ سینوں اور گریبانوں پر اوڑھنی کی بکل مارنا، زینت ظاہرہ کے سوا جسم کی ساری زینت کو چھپانا اور اس طرح چلنا کہ چھپے زیوروں سے جھنکار پیدا نہ ہو وغیرہ۔ اب سوال یہ ہے کہ اس کا فیصلہ کون کرے کہ چھوٹے دروازے کون سے ہیں اور بڑا دروازہ کون سا ہے۔ اس معاملے میں حکم کون ہے؟ یہ مشکل کس سے حل کرائی جائے؟

ایک طرف قرآن ہے کہ اس لے کسی جگہ بھی چہرے کے چھپانے کا صاف لفظوں میں غیر مشروط حکم نہیں دیا مگر نگاہوں کو نیچی رکھنے، سینوں پر بکل مارنے، زینت ظاہرہ کے علاوہ سارے جسم کو چھپانے، نمائش حسن سے باز رہنے اور خالی از ناز چال چلنے کا حکم بڑے واضح الفاظ اور غیر مشروط انداز میں دیا ہے۔ پھر رسول اکرم ص ہیں کہ اسماء بنت ابو بکر رض کو باریک لباس میں دیکھ کر فرماتے ہیں 'اسماء! جوان عورت کے لئے مناسب نہیں کہ اس کے جسم سے سوائے چہرہ اور ہاتھوں کے کچھ نظر آئے' — اگر صنفی جذب و انجذاب کا سب سے قوی ایجنٹ چہرہ ہی تھا تو قرآن نے اس کی طرف حسب اہمیت و ضرورت کیوں توجہ نہ دی؟ اور رسول اکرم ص نے اس کو مستثنیٰ کیوں قرار دیا؟

عربی زبان میں آنکھ کو بصر، سینے اور گریبان کو جیب' پاؤں کو رجل، بناؤ سنگار کو زینت اور چہرے کو وجہ (جمع: وجوہ) بولتے ہیں۔ جو لوگ چہرے کو صنفی جذب و انجذاب کا سب سے بڑا دروازہ سمجھتے ہیں وہ اس حقیقت پر غور کریں کہ اللہ تعالیٰ نے انسانی معاشرے کو جنسی ہیجانات سے پاک رکھنے کے لئے ابصار، جیوب' رجل اور زینت وغیرہ کے لئے تو نام

بنام حکم جاری کئے مگر اس ضمن میں وجہ یا وجوہ کا لفظ تک قرآن میں نہیں آیا ۔ حالانکہ یہ لفظ دوسرے ضمنات میں کئی بار قرآن حکیم میں استعمال ہوا ہے اور رسول اکرم ص کی زبان مبارک سے ادا ہوا تو صریحاً اس غرض سے کہ ' وجہ ' کو پردے سے مستثنیٰ سمجھا جائے ۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے :

اذا بلغت المراۃ لم یجعل لها ان تظهر الا وجهها (ابن ماجہ)

'' جب عورت بالغ ہو جائے تو اس کے لئے جائز نہیں کہ کچھ ظاہر کرے سوائے چہرے کے ''

الجارية اذا حاضت لم يصلح ان يرى منها الا وجهها ويدها الى المفصل - - - (ابو داؤد)

'' جب عورت جوان ہوجائے تو اس کے جسم کا کوئی حصہ نظر نہیں آنا چاہئیے سوائے چہرے کے اور کلائی کے جوڑ تک کے ۔''

کیا اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ اللہ اور اس کے رسول ص کی نظر میں چہرے کو صنفی کشش کے اعتبار سے وہ درجہ و مقام حاصل نہیں کہ اسے سب سے بڑا ' دروازہ ' کہا جائے ۔

اور حقیقت یہ ہے کہ خواہ عام مشاہدات کی مدد سے دیکھا جائے، خواہ نفسیات کے گہرے مطالعے کی روشنی میں' چہرے کو انسانی حسن کا تو سب سے بڑا مظہر کہا جاسکتا ہے مگر وہ صنفی جذب و انجذاب کا سب سے زیادہ قوی ایجنٹ ہرگز نہیں ۔ صنفی جذب و انجذاب کے سب سے قوی ایجنٹ وہ ہیں جن کی طرف قرآن نے پوری توجہ دی ہے نگاہوں کی شوخی و بے باکی، سینے کی نمائش' بناؤ سنگھار کی دلربائی اور رفتار و گفتار کے ناز وادا، یہ چیزیں جنسی کشش کا سر چشمہ اور ماخذ ہیں' اگر ان کو بند کردیا جائے۔ ان کو روک دیا جائے تو چہرہ خوبصورت ہو یا بدصورت معصومیت اور شرافت کی تصویر بن جاتا ہے ۔ چنانچہ قرآن کی انسدادی تدابیر انتہائی طور پر حکیمانہ ہیں کہ اس لے جنسی تحریک کے ان سر چشموں پر تو پہرے بٹھادیئے

اور چہرہ جو بذات خود جنسی جذبات کی انگیخت کا باعث نہیں بن سکتا تا وقتیکہ ان سرچشموں سے اسے مدد نہ ملے ' اس پر پہرہ بٹھانے کی ضرورت ہی محسوس نہیں کی اور یہی حکمت رسول اکرم کے ان فرمودات میں کار فرما ہے جن کا ابھی ہم نے مطالعہ کیا ہے - اب یہ فیصلہ کرنا مشکل نہیں کہ صنفی کشش کے اعتبار سے آنکھ' سینے ، رفتار، گفتار اور چہرے میں جو فرق مراتب خدا اور اس کے رسول نے قائم کیا ہے ، اس کے بجائے چہرہ کو سب سے بڑا دروازہ قرار دینا کہاں تک درست ہے -

(۴)

آج جب کہ ہم پاکستان میں اسلامی خطوط پر معاشرے کی تعمیر نو کا ڈول ڈالنا چاہتے ہیں - اس بات کی اشد ضرورت ہے کہ ہم قرآنی تصورات کو ادھورا یا یک رخا دیکھنے دکھانے کی غلطی سے باز رہیں' ورنہ اس تجربے کی کامیابی ناممکن ہو جائے گی - اگر ہم نے فرد یا جماعت پر کوئی ایسی قدغن لگانے کی کوشش کی جو خود اللہ تعالیٰ نے نہ لگائی ہو ، کوئی ایسی پابندی عائد کرنا چاہی جس کا عائد نہ کرنا ہی انسانوں کی ظاہری اور چھپی کمزوریوں کو جاننے والے نے پسند فرمایا ہو ' تو اس سے' خواہ ہماری نیت کیسی ہی نیک کیوں نہ ہو ' ہم کو نقصان پہنچے گا - قرآن نے جو حدود مقرر کئے ہیں، وہ فطری ہیں - جو حدیں ہم مقرر کریں گے وہ غیر فطری ہوں گی اور اس وجہ سے صرف ناکامی کی طرف ہی لے جائیں گی - جہاں تک اس سوال کا تعلق ہے کہ کیا مسلمان عورت باہر نکلتے وقت چہرہ کھلا رکھ سکتی ہے، تو اس اہم معاشرتی مسئلے میں حدود اللہ یہ ہیں کہ چہرے کو چھپانے پر اللہ تعالیٰ نے عام حالات میں کوئی پابندی عائد نہیں کی اور نہ کسی مستند حدیث سے یہ پابندی' ثابت ہوتی ہے - آئمہ کرام میں سے اکثر نے جن میں امام ابو حنیفہ رح بھی شامل ہیں، یہی رائے قائم کی ہے - ایسی صورت میں صحیح طرز عمل یہی ہوگا کہ ہم اسلامی پردے کے نئے تجربے کو خواہ مخواہ مشکل بنانے کی کوشش نہ کریں اور اس ضمن میں قرآن سے ہمیں جو رہنمائی حاصل ہوتی ہے' اس کو بے کم و کاست عوام تک پہنچائیں تاکہ ان میں اپنے فرض کا صحیح احساس بیدار ہو - ان کو یہ بتایا جائے کہ جہاں اور

جب ہمارے درمیان اوباش پن موجود ہوگا، جلباب کا استعمال بطور مدافعت ضروری ہے تاکہ مستورات اوباشوں کے شر سے محفوظ رہیں مگر ہمارا اصل کام تعلیم و تربیت، نشر و اشاعت اور قانون و آئین کے تمام وسائل کو بروئے کار لا کر غنڈہ گردی اور اوباش پنے کو دور کرنا اور اس طبقے سے اپنے معاشرے کو پاک کرنا ہے جس سے منافقین مدینہ کی سی اخلاق سوز اور انسانیت دشمن حرکات سر زد ہوتی ہیں — قرآن کا منشا یہ نہیں کہ راستہ چلتی عورتوں کو 'ایذا' دینے والے ہم میں تا قیامت موجود رہیں اور عورتیں ہمیشہ جلباب اوڑھا کریں بلکہ یہ ہے کہ نہ ہمارے درمیان کوئی منافق خصلت اور ملعون صفت طبقہ موجود ہو اور نہ جلباب کی اوبت آئے۔ درد سر کا صحیح علاج یہ نہیں کہ آپ عمر بھر سریڈون یا اسپرو کھاتے رہیں بلکہ یہ ہے کہ آپ ان اسباب کو دور کریں جن کے باعث درد سر پیدا ہوتا ہے۔